

حرمین شریفین کا سفر نامہ عنبر شامہ

استاذ محترم مدیر شہیر ماہنامہ الحق حضرت العلامة مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کے ساتھ ایک مجلس میں ماہنامہ الحق میں آپ کے تحریر کردہ سفر نامہ حرمین شریفین کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اس وقت الحق میں اس کی ساتویں قسط شائع ہوئی تھی، راقم نے اس کے متعلق اظہار خیال کیا اور حضرت سے استدعا کی کہ اس سفر نامہ کو مزید تفصیل کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر قارئین الحق نے یہ سلسلہ انتہائی پسند کیا ہے اور بعد میں اس کو کتابی شکل میں شائع کروائیں۔ مولانا نے محترم نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بندہ کی درخواست کو درخور اعتناء سمجھا اور اس روح پرور سلسلہ کو دراز فرمایا۔ لہذا یہ بود حکایت دراز تر گفتم۔ احقر نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اجازت ہو تو اپنے احساسات کو حیطہ التحریر میں لاؤں، حضرت نے بہ خوشی اجازت دی۔ چنانچہ اپنے قلبی واردات و احساسات کو بزبان قلم نذر قارئین کر رہا ہوں۔ استاذ محترم کی عنایت ہے کہ راقم کو اس لائق گردانا۔ **فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔**

لطف و احسان آپ کا ہے مہربانی آپ کی بندہ کس لائق ہے صاحب قدردانی آپ کی (فانی)

اخلاص و عقیدت کے کوثر و تنسم میں ڈوبا ہوا مہبط جبرئیل امین محور انوار ربانیہ اور مرکز تجلیات الہیہ حرمین شریفین کی پُر نور فضاؤں میں تحریر کردہ استاذ محترم امیر القلم حضرت العلامة مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سفر نامہ عنبر شامہ وجہ طرادت ایمان باعث بالیدگی روح اور موجب تازگی قلب و دماغ ہو رہا ہے جس کا ہر کلمہ ہر حرف ہر لفظ ہر سطر بلکہ ہر مبتداء و خبر عشق و محبت کا مظہر کامل اور جذب و شوق کا مصداق اتم ہے اور اس کے ہر پیرا گراف سے اخلاص و عقیدت کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔

نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے بچتی ہے

محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

ایک کترین شاگرد اور نالائق تلیڈ اپنے محبوب و کرم شیخ اور شفیق و مشفق استاذ اجل کی تحریر پر تاثیر پر خامہ فرسائی کی کیا جرأت کر سکتا ہے؟ مگر عجب جذب دل نے آج کوئے یار میں پہنچا دیا

کے بموجب سفر نامہ کی قسط ہفتم نے جذب و کیف اور وجد و شوق کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا کہ ضبط کے باوجود قلم

سے رہا نہ گیا۔ اور یہ چند بے ترتیب و بے ربط سطور لکھنے پر مجبور ہوا۔ اس قسط کا بار بار مطالعہ کیا۔ ہر بار کیف کی ایک نئی دنیا کی سیر کی۔ پریم آنکھوں اور اشک آلودہ نین کے ساتھ اس کے ہر ہر سطر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ کئی بار آنکھوں کے نور کے سامنے اشک حائل ہوتے گئے، لیکن جذب و شوق کا یہ عالم رہا کہ آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں تحریر پر تکی رہیں، پھر اشکوں کو پونچھ کر دوبارہ اس کے مطالعہ میں مشغول ہوتی گئیں۔ ع۔ سیف ہنگام وصال آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

گیلان کے درویش خدا مست کی جگر کو پاش پاش کرنے والی نظم اور پھر مولانا عبدالرحمن جامی کے رقت انگیز اشعار کے انتخاب نے اس قسط کو سدا بہار بنا دیا۔ مولانا مناظر حسن گیلانی کی نظم واقعی انہوں نے اپنے دل کی قاشیں نکھیر کر رکھ دی ہیں۔ ع۔ من قاش فروش دل صد پارہ خویشم۔ جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں :

شے پیش خدا مگر یستم زار مسلمانان چرا خوارند و زارند
ندا آمد نمی دانی کہ این قوم دله دارند و محبوبه ندارند
آہ مولانا گیلانی جنہوں نے شب وصال فانی بدایونی کی اس غزل کی فرمائش کی تھی۔ جسکے اس شعر نے بندہ کو کئی بار رلایا۔
۔۔۔ سنے جاتے نہ تھے تم سے مرے دن رات کے شکوے کفن سر کاؤ میری تے زبانی دیکھتے جاؤ
اور پھر اسی رات اپنی بے چین و بیقرار روح اپنے جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اب نہ کلفت ہے نہ شکوے ہیں نہ گویائی ہے
آج بیمار محبت نے شفا پائی ہے

وفات کے بعد ایک عالم نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ ۹۰ سال کا پیر ناتواں سفید ریش ایک جوان رعنا معلوم ہو رہا تھا جس کا چہرہ بھرا ہوا اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ یہ آپ کی ایک واضح کرامت تھی۔ اللہ اللہ انہوں نے یہ نظم کس کرب و درد کی حالت میں لکھی ہوگی اور کس سوز و گداز سے بارگاہ حضور میں سنائی ہوگی۔ استاذ محترم نے کس موقع پر اور کس قدر بر محل ایک اثر آفرین انداز میں اس کو سفر نامہ کا جزء بنا دیا۔

جام کے صوفی صافی نے اپنے دل ریزہ ریزہ کے سیپارے اللہ کے حضور پیش کئے ہیں۔ اور ایسے پُر تاثیر انداز میں کہ جس کو پڑھنے اور سننے سنانے کے لئے بھی جگر چاہیے۔ مولانا عبدالرحمن جامی کی اس مناجاتی غزل کی زمین پر میرے والد محترم صدر المدرسین شکلم عصر حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب قدس سرہ اکثر یہ شعر سناتے تھے۔

چار چیز آورده ام شہا کہ در گنج تو نیست عاجزی و بیکسی عذر و گناہ آورده ام

آپ عموماً یہ شعر اس پس منظر میں سناتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی دوست کے پاس مہمان بن کر جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ ایک ایسا تحفہ لے جاتا ہے جو کہ اس کے دوست کے علاقے اور وطن میں نایاب و ناپید ہوتا کہ اس پر اس کا دوست خوش ہو جائے۔ چونکہ اللہ کی بارگاہ میں رونما دھونائیں۔ اس لئے دعائیں عاجزی اور خشوع و خضوع و تضرع و زاری کے

ساتھ ساتھ رونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس نیاز مندی پر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہی بات حضرت الشیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالہ سے اپنے خطبات و تقاریر و مواظب میں فرمایا کرتے تھے۔

مولانا کے حسن انتخاب کو داد تحسین نہ دینا نا انصافی ہوگی کہ ابھی دل ”محبوب گیلانی“ کے ضربات سے سنبھلنے نہیں پایا تھا کہ صوفی جام کی مناجاتی نظم کی شکل میں غزل نے درد و سوز کی وہ کیفیت طاری کر دی کہ خود جامی کی زبان میں:

قطرہء خونِ جگر جامی بدریا افگنہ

سینہ سوزان دل تباہ مابھی ز آب آید بروں

اللہ اکبر خونِ جگر میں ڈوبے ہوئے یہ کیف آدراشعار جن کی تاثیر ہزاروں مراقبوں پر بھاری ہے۔

حضرت جامی کے یہ اشعار سننے والے اور پڑھنے والے پر ایک رقت کی کیفیت طاری کرتے ہیں۔ خود ان اشعار کے الہام والقاء کی وقت آپ کن کیفیات سے گزر رہے ہوں گے۔
بقول خواجہ عزیز الحسن محبوب:

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا

جب مے یہ تو نے ظالم شمشے میں بھری ہوگی

جنت میں ملے گا وہ جس میں جسے راحت ہو

ہم کو تو پسند اپنی شوریدہ سری ہوگی

جس دل میں دیار محبوب کی تڑپ نہ ہو، جو آنکھ درد دیوار کے دیدار کیلئے بیتاب نہ ہو، اور جس جگر میں ہجر محبوب کی وجہ سے سوز نہ ہو وہ دعوائے محبت میں صادق نہیں۔ عاشق زار کو تو محبوب کے درد دیوار سے بھی گل و نسرین کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی ولكن حب من سکن الدیارا

دیر محبوب سے جدائی کا تصور کس قدر مہیب، کتنا کرب انگیز اور کتنا دردناک ہوتا ہے اس کا ادراک ہر کوئی نہیں کر سکتا۔

ع غم عشق بوالہوس راند ہند۔ مولانا نے محترم نے قسط ہفتم کو دیار محبوب کو الوداع سے معنون کر کے انتخاب کر دیا

کہ یہ قسط کس قدر کرب انگیز ہے۔ سنے ہوں گے ہزاروں بلبلوں کے نالے گلشن میں

کلیجہ تھام لو اب دل جلے فریاد کرتے ہیں

بہر حال ایک طرف دیار محبوب کا روح پرورد تذکرہ، دوسری جانب اس سے جدائی کا دلزدہ و مظلوم نظر اور اس پر مولانا کی معجز رقم

تحریر مستزاد۔ جس نے ہم جیسے بے بضاعتہ فقیروں اور بینوا گداؤں کو جذب و کیف اور وجد و شوق کے غیر مرمی عالم کی سیر کرا دی۔ غم دیدہ آنکھوں کے ساتھ دگدگ آہوں کے ساتھ جگر پاش سکیوں کے ساتھ درد و کرب الم و دالہ کے ساتھ وہ درد جس کے بارے میں عربی شاعر کہتا ہے۔

يَجِدُ الْحَمَامَ وَلَوْ كُوَّجِدَى لَانْبَرَى

شجر الاراك مع الحمام ينوح

ایسا درد جس پر لاکھوں خوشیاں قربان ہوں کیونکہ یہ درد محبت ہے یہ کرب عشق ہے یہ غم الفت ہے جس کے استقبال کے لئے عشاق بائیں داکے دیوانہ وار انتظار میں رہتے ہیں۔

اس سفر نامہ حرمین الشریفین نے حضرت الاستاذ مولانا محترم کی گونا گوں صفات کے مخفی گوشے آشکارا کئے ہیں اور حضرت الشیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ کی کرامتیں بھی واضح و آشکار انداز میں اس بہار آفرین سفر نامہ کے مجموعی مطالعہ سے محسوس کی جاسکتی ہیں۔ جہنم کے خطوط سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ حضرت الشیخ الحدیث کی توجہات مکمل طور سے آپ پر سایہ فگن رہیں اور آپ کی مستجاب دعائیں ہر دم آپ کے شامل حال تھیں۔ اکابر و مشائخ وقت سے آپ کی بے تکلف ملاقاتیں ان کے ساتھ علمی گفتگو اور تحقیقی مباحث اور پھر غیر مقلدین حضرات کے امام شیخ ناصر الدین البانی کے ساتھ مناظرانہ لوک جھوٹک حضرت محدث عصر مولانا محمد یوسف بنوری کی رفاقتیں، مولانا شامی محمد سندھی جیسی عبقری شخصیت کی مجالس میں حاضر باشی، حضرت کشمیری کے شاگرد رشید مولانا بدر عالم میرٹھی کی دعائیں حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی کی پر نور صحبتیں عالم عرب کے صاحب دل و دانائے زار داعی و مفکر شیخ مصطفیٰ السباعی کی شفقتیں اور باقی بزرگان دین و اکابر مشائخ کی عنایتیں۔ دیگر کیا کیا انعامات ہیں جن کو اللہ کریم نے آپ پر نچھاور نہیں کئے۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

پھر تعجب کی بات کہ اس وقت ۲۷-۲۸ سال کا جوان اور عین عالم شباب میں دنیائے اسلام کی ان عباقرہ و جہازہ اور یگانہ روزگار ہستیوں کے ساتھ ایسی علمی اور تحقیقی مجالس یہ جہاں حضرت الشیخ کی زندہ کرامتیں ہیں تو دوسری طرف آپ کی خداداد صلاحیتوں کی غماز ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

سر دست یہ بے ربط سطور اور بے ترتیب احساسات سپرد قلم کئے۔ جی چاہتا ہے بہت کچھ لکھوں لیکن قلم احساسات کے اظہار کے ساتھ نہیں دے رہا۔ انشاء اللہ جب سفر نامہ کی (نہ چاہتے ہوئے بھی) تمام قسطیں اختتام پذیر ہوں تو اس پر تفصیل سے اگر آپ حضرات کی اجازت ہو تو ایک طالب علمانہ اظہار خیال کروں گا۔

فانی وہ خرابہ ہے اسے دل نہیں کہتے

جس دل میں نہ رقصاں ہو تمنائے مدینہ